نقد و تحقیق

حضرت مولانا عبدالرحمٰن کیلانی

قسط (۵)

تطلیق ثلاثہ

قاری عبدالحفیظ صاحب ریسرچ اسسٹنٹ ادارہ "منہاج" کے تعاقب کے جواب میں

صحابہ کرام رض کے فتوے

میں نے اپنے مضمون "خلفائے راشدین رض کی شرعی تبدیلیاں" میں لکھا تھا کہ :

"حضرت عمر رض کے اس تعزیری فیصلہ پر صحابہ کرام رض کا اجماع نہ ہو سکا اور بڑے بڑے صحابہ کرام مثلاً" حضرت عبداللہ بن عباس رض، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رض، حضرت علی رض اور حضرت عبداللہ بن مسعود رض وغیرہم آپ رض کے اس فیصلہ کے خلاف تھے۔"

اس کے جواب میں قاری صاحب نے تین صحابہ حضرت عبداللہ بن عباس رض، حضرت علی رض اور حضرت عبداللہ بن مسعود رض کے ایسے فتوے پیش کر دیئے جو تین طلاقوں کے تین ہی واقع ہونے پر دلالت کرتے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رض کے متعلق شاید انھیں اپنے حق میں لکھنے کو کچھ مواد نہیں مل سکا۔ حضرت ابنِ عباس رض کے متعلق البتہ قاری صاحب نے لکھا ہے کہ آپ سے دونوں قسم کی احادیث مروی ہیں۔ پھر اس سلسلہ میں صحیح مسلم کی وہ حدیث درج فرمائی جس میں حضرت عمر رض کے اس تعزیری فیصلہ کے نفاذ کا ذکر ہے۔

ہم پہلے پیر کرم شاہ صاحب ازہری کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں کہ جب حضرت عمر رض نے اپنا فیصلہ نافذ کر دیا تو اکثر صحابہ رض چونکہ حضرت عمر رض کو دین اور مسلمانوں کا نگہبان سمجھتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ حضرت عمر رض نے یہ تعزیر مسلمانوں پر اس لیے عائد کی ہے کہ اس فعل حرام سے باز

آجائیں، لہٰذا صحابہ کرامؓ حضرت عمرؓ کی ہمنوائی میں بسا اوقات اختلاف رکھنے کے باوجود حضرت عمرؓ کے فیصلہ کے مطابق فتوے دے دیا کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ کی حمایت میں فتوے

اس کی مثال یہ سمجھئے کہ عند الضرورت جنابت سے تیمم کے مسئلہ میں حضرت عمرؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ میں اختلاف تھا۔ حضرت عمارؓ حضرت عمرؓ کو یاد بھی دلایا کرتے تھے کہ "اے امیر المؤمنین! آپ کو یاد نہیں، جب میں اور آپ لشکر کے ایک ٹکڑے میں تھے۔ پھر ہم کو جنابت ہوئی اور پانی نہ ملا۔ آپ نے نماز نہ پڑھی لیکن میں مٹی میں لوٹا اور نماز پڑھ لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا: "تجھے کافی تھا کہ اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارتا، پھر ان کو پھونکتا پھر مسح کرتا دونوں پہنچوں پر۔" اپنے حافظہ پر اتنے وثوق کے باوجود جب حضرت عمارؓ نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ اس مسئلہ میں ان سے اتفاق نہیں کرتے (حضرت عمرؓ کا یہ اختلاف محض مصلحت کی بناء پر تھا کہ لوگ اس حقیقت سے ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کر دیں گے) تو انھوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ:

"یَا أَمِیرَ الْمُؤْمِنِینَ اِنْ شِئْتَ لِمَا جَعَلَ اللّٰہُ عَلَیَّ مِنْ حَقِّکَ لَا أُحَدِّثُ بِہٖ أَحَدًا۔ (مسلم، کتاب الحیض، باب التیمم)

"اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے آپ کا جو حق مجھ پر رکھا ہے (یعنی آپ خلیفہ ہیں اور میں رعیت ہوں) اگر آپ چاہیں تو میں یہ حدیث کسی سے بیان نہ کروں گا۔"

اسی طرح حضرت عمرؓ کسی سیاسی مصلحت کی خاطر حجِ تمتع سے بھی منع فرمایا کرتے تھے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود صحابہؓ کو حجِ تمتع کی ترغیب دی تھی۔ اس مسئلہ میں بھی بعض صحابہؓ حضرت عمرؓ کے مقصد کا لحاظ رکھتے تھے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ:

"ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجِ تمتع کا فتویٰ دیتے تھے، تو ایک شخص نے کہا: آپ اپنے بعض فتوے روک رکھیں، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ امیر المؤمنین نے حج کے سلسلہ میں جو نئی بات نکالی ہے۔" (مسلم، کتاب الحج، باب جواز تعلیق الاحرام)

ان واقعات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اصل حقیقت معلوم ہونے کے باوجود صحابہ کرامؓ بسا اوقات حضرت عمرؓ کی عائد کردہ حدود و قیود کے مطابق فتوے دے دیا کرتے

تھے، یا کم از کم اس کی مخالفت نہیں کرتے تھے۔ تطلیقاتِ ثلاثہ کا مسئلہ بھی انھی میں سے ایک ہے۔
اس مسئلہ میں جن صحابہ کرام رض نے آپ رض کے فیصلہ کے مطابق فتوے دینا شروع کر دیئے تھے
ان کے نام یہ ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو بن عاص، ابوہریرہ، انس بن مالک،
عثمان بن عفان اور مغیرہ (رضی اللہ عنہم) ۔۔۔

۔۔۔ اور جو صحابہ رض حضرت عمر رض کے خلاف ہی فتوے دیتے رہے، ان کے نام یہ ہیں :
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، ابوموسیٰ اشعری، زبیر بن العوام (رضی اللہ عنہم)۔۔۔
۔۔۔ دیکھیے اعلام الموقعین ص ۸۰۳

اور مندرجہ ذیل صحابہ رض سے دونوں قسم کے فتوے منقول ہیں :
حضرت عبداللہ بن عباس رض، حضرت علی رض، اور عبداللہ بن مسعود رض۔ (حوالہ ایضاً)۔
جب یہ حضرات، حضرت عمر رض کے فیصلہ کے موافق فتوے دیتے تو ان کے ایسے فتووں
کی خاص علامت یہ ہوتی ہے کہ ایسے فتاویٰ سے زجر و توبیخ اور تعزیر از خود مترشح ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رض کے فتوے

مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس رض کو لیجیے، صحیح مسلم میں مذکور حدیث کہ " دورِ فاروقی کے
پہلے دو سالوں تک ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک ہی شمار کیا جاتا تھا" کے راوی آپ رض ہی ہیں۔
پھر دو مزید احادیث، جن میں اسی مضمون پہ ابوالصہباء کے سوال کا جواب دیتے ہیں، صحیح مسلم
ہی میں موجود ہیں۔ ابوداؤد میں بھی آپ رض سے اسی مضمون پر مشتمل ایک روایت موجود ہے۔ علاوہ
ازیں ابوداؤد میں آپ رض کا یہ فتویٰ بھی موجود ہے :

"اِذَا قَالَ اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا بِفَمٍ وَاحِدٍ فَهِيَ وَاحِدَةٌ"
"جب کسی نے (اپنی بیوی سے) ایک ہی وقت میں تین طلاق کہا، تو یہ ایک ہی
ہو گی" (ابوداؤد، کتاب الطلاق)

اور ایک صحیح روایت میں حضرت طاؤس سے مروی ہے کہ :
"وَاللّٰهِ مَا كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَجْعَلُهَا اِلَّا وَاحِدَةً"
"اللہ کی قسم! ابنِ عباس رض اسے (تطلیقِ ثلاثہ کو) ایک ہی طلاق شمار کرتے تھے"
(عون المعبود شرح ابوداؤد ج ۲، ص ۲۲۷)

اب حضرت ابنِ عباسؓ کا وہ تعزیری فتویٰ بھی ملاحظہ فرمایئے، جو قاری صاحب نے درج فرمایا ہے (ہم صرف ترجمہ پر اکتفاء کریں گے):

"حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک آدمی آکر کہنے لگا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی ہیں۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ ابنِ عباسؓ خاموش ہو گئے۔ میں نے گمان کیا، شاید ابنِ عباسؓ اس کی بیوی کو واپس لوٹا دیں گے۔ آپؓ نے فرمایا: "تم میں ایک شخص حماقت کر بیٹھتا ہے، پھر کہتا ہے: اے ابنِ عباس! اے ابنِ عباس! اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ ضرور اس کے لیے آسانی کی راہ نکالتا ہے۔ اور بلاشبہ تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرا، میں تیرے لیے اس سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتا ہوں۔ تو نے اللہ کی نافرمانی کی ہے، تیری بیوی تجھ سے جدا ہو گئی"۔ (ابو داؤد ص ۲۹۹ بحوالہ منہاج ص ۲۱۰)

مندرجہ بالا فتویٰ سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ حضرت مجاہدؒ راوی جو ابنِ عباسؓ کی طبیعت سے خوب واقف تھے، انھیں طلاق دینے والے کی بات سننے کے بعد بھی یہی گمان ہوا تھا کہ حضرت ابنِ عباسؓ ایسی طلاقوں کو ایک طلاق شمار کر کے اس کی بیوی کو واپس لوٹا دیں گے۔ گویا سنجیدہ صورتِ حال میں آپؓ کا فتویٰ یہی ہوتا تھا کہ ایک مجلس کی تین طلاق حقیقتاً ایک ہی ہوتی ہے۔

۲۔ فتویٰ کے الفاظ سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ فتویٰ سائل کو اس کی حماقت کی سزا کے طور پر دیا جا رہا ہے۔

حضرت علیؓ کا فتویٰ

قاری صاحب نے حضرت علیؓ کا جو فتویٰ درج فرمایا، وہ یوں ہے:

"حضرت علیؓ کے پاس ایک آدمی نے آکر کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دی ہیں۔ تو آپؓ نے فرمایا "تین طلاقوں نے تیری بیوی کو تجھ پر حرام کر دیا ہے، باقی ۹۹۷ طلاقیں اپنی دوسری بیویوں میں تقسیم کر دے"۔

(منہاج ص ۲۱۰ بحوالہ بیہقی ج ۷ ص ۳۳۵ طبع بیروت)

قطع نظر اس بات کے کہ ایسی روایات کی اسنادی حیثیت انتہائی کمزور ہوتی ہے (کیوں کہ

یہ تیسرے اور چوتھے درجہ کی کتب سے لی گئی ہیں) اگر اس واقعہ کو درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سائل انتہائی جاہل اور بے ہودہ انسان تھا۔ جاہل اس لیے کہ اسے اتنا علم نہ تھا کہ طلاقیں زیادہ سے زیادہ تین ہی ہیں۔ اور بے ہودہ اس لیے کہ اپنی اس جہالت اور حماقت کو اپنے تک ہی محدود نہ رکھا، بلکہ حضرت علی رضؓ کو بھی جا بتلایا۔ پھر حضرت علیؓ نے جو جواب دیا، وہ بھی "جیسی روح ویسے فرشتے" کے مصداق ہے۔ ذرا سوچیے کہ واقعی سائل نے حضرت علیؓ کے ارشاد کے مطابق ۹۹۷ طلاقیں اپنی دوسری بیویوں میں تقسیم کر دی ہوں گی؟ فرض کیجیے کہ اس کی چار بیویاں تھیں۔ ان ۹۹۷ میں سے ۹ طلاقیں تو بقایا تین بیویوں کے لیے ہوئیں، اس طرح وہ بھی اس سے جدا ہو گئیں --- پھر بھی ۹۸۸ طلاقیں بچ رہیں، جو کسی کام نہ آ سکیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فتویٰ

اب حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا وہ فتویٰ، جو قاری صاحب موصوف نے درج فرمایا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

"ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آ کر کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو آٹھ طلاقیں دے دی ہیں۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ نے اس سے پوچھا: "تجھے علماء نے کیا کہا ہے؟" کہنے لگا، وہ کہتے ہیں کہ "وہ مجھ سے جدا ہو گئی" آپؓ نے جواب دیا "لوگوں نے سچ کہا" (منہاج ص ۳۱۱ بحوالہ ۹ ص ۵۷۰ طبع بیروت)۔

اب دیکھیے کہ اس شخص نے اپنی بیوی کو آٹھ طلاقیں دیں، اور ظاہر ہے کہ دین سے بہ مذاق ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے یہ تعزیر بہت کم ہے کہ صرف ان کی بیوی ان سے جدا کر دی جائے۔ ایسے لوگوں کو تو بدنی سزا بھی ضروری دینا چاہیے، جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضؓ ایسے لوگوں کو مارا بھی کرتے تھے۔

اسی طرح ایک اور حضرت، اپنی بیوی کو دو سو طلاقیں دے کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس فتویٰ پوچھنے تشریف لائے تھے۔ انھیں بھی آپؓ نے یہی جواب دیا تھا۔
(مؤطا امام مالک، کتاب الطلاق)

تطلیقاتِ ثلاثہ پر اجماع کا دعویٰ

قاری صاحب فرماتے ہیں:
"ایک آیت اور دو حدیثوں سے ثابت ہو گیا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی رہی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے زمانہ میں بھی، اور صحابہؓ کے زمانہ میں بھی! ـــــ اور اس کے بعد اس پر اجماع ہو گیا اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں رہا، سوائے چند حضرات کے، جن میں شیعہ حضرات بھی شامل ہیں ـــــ فقہ جعفریہ میں اس بات کی تصریح ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی ہیں ـــــ صاحبِ جواہر نے کہا ہے یہ مسئلہ اجماعی اور ضروریاتِ شیعہ میں سے ہے۔ "صحیح زرارہ" میں یہ روایت ہے کہ امام جعفر صادق سے اس مرد کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جس نے حالتِ طہر میں ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوں تو آپ نے فرمایا "طلاق ایک ہی واقع ہوگی"۔ (منہاج : ص ۳۰۶-۳۰۷ ملخصًا)

اب دیکھیے قاری صاحب نے ایک آیت اور دو حدیثوں سے اس مسئلہ کو جس قدر ثابت فرمایا، اس کی وضاحت ہم پیش کر چکے ہیں۔ باقی اقتباس میں بھی آپ کئی خلافِ واقعہ باتیں ارشاد فرما گئے۔ مثلاً آپ فرما رہے ہیں کہ :

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی اور صحابہؓ کے زمانہ میں بھی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی تھیں، اور اس کے بعد اس پر اجماع ہو گیا"۔

اب سوال یہ ہے کہ اجماع کی بات تو تب ہی فٹ بیٹھتی ہے، جب پہلے اختلاف کی بات چل رہی ہو۔ ہمارے قاری صاحب محترم اختلاف کی بات تو کرتے نہیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرما رہے ہیں کہ "اس کے بعد اس پر اجماع ہو گیا"۔ کیا یہ اجماع ایک ایسی بات پر ہوا تھا، جو پہلے سے ہی مسلّم چلی آ رہی تھی؟

پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ اگر دورِ نبویؐ سے ہی تین طلاقوں کا تین ہی واقع ہونا مسلّم چلا آ رہا تھا تو حضرت عمرؓ نے کیا فرمان نافذ کیا تھا؟

اجماع یا اختلاف؟

حقیقت میں یہ بات یوں ہے کہ دورِ نبویؐ سے لے کر دورِ فاروقی کے ابتدائی دو تین سالوں تک حضرت ابنِ عباسؓ کی مرویات کے مصداق پوری امت کا اس بات پر اجماع تھا کہ ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک ہی شمار کیا جاتا تھا۔ پھر جب حضرت عمرؓ نے ایک مجلس کی تین طلاق کو تین ہی نافذ کر دیا، تو امت میں اختلاف واقع ہو گیا (جس کی پوری تفصیل آگے آ رہی ہے) لیکن قاری صاحب نے بالکل الٹی گنگا بہانا شروع کر دی ہے۔

اجماع کے معنی پھر فرماتے ہیں :

"اس کے بعد اس پر اجماع ہو گیا۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں رہا، سوائے چند حضرات کے، جن میں شیعہ حضرات بھی شامل ہیں"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قاری صاحب یا تو اجماع کے معنی نہیں سمجھتے یا پھر تجاہلِ عارفانہ سے کام لے رہے ہیں۔ ورنہ ایک ہی فقرہ میں متضاد باتیں نہ لکھ جاتے۔ اجماع کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر کل آدمی دس ہیں اور وہ سب کے سب ایک بات پر متفق ہو جاتے ہیں تو یہ اجماع ہے۔ اور اگر دس آدمیوں میں سے ایک نے بھی اختلافِ رائے کیا تو یہ اجماع نہ رہا۔ باقی نو آدمیوں کو جمہور یا اکثریت کی بات تو کہا جا سکتا ہے، اجماع نہیں کہا جا سکتا۔ اور حجتِ شرعیہ اگر ہے تو اجماع ہے نہ کہ جمہور۔ اب قاری صاحب کا کمال یہ ہے کہ ایک طرف تو فرما رہے ہیں کہ "اس پر اجماع ہو گیا"۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ "ماسوائے چند حضرات کے جن میں شیعہ حضرات بھی شامل ہیں"۔ گویا قاری صاحب کے "چند حضرات" بھی اتنے زیادہ ہیں کہ ان میں سارے شیعہ، سارے اہلِ حدیث اور سارے ظاہری سما جاتے ہیں، پھر بھی وہ "چند" ہی رہتے ہیں۔ اب اتنے زیادہ "چند" کے باوجود باقی اصحاب پر قاری صاحب "اجماع" کا اطلاق فرمائیں تو یہ ان کا کمال ہی سمجھنا چاہیے۔

پھر طرفہ یہ کہ ادھر قاری صاحب اجماع کا دعویٰ فرما رہے ہیں، ادھر ان کے بقول صاحب جواہر یہ بھی فرما رہے ہیں کہ "یہ مسئلہ اجماعی اور ضروریاتِ شیعہ میں سے ہے"۔ (منہاج مذکور ۳۰۷) جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں ہی باتیں غلط ہیں۔ ان میں سے کسی کا بھی "دعوائے اجماع" حقیقت پر مبنی نہیں۔

حضرت عمرؓ کا کارنامہ آگے چل کر قاری صاحب نے فرمایا :

"حضرت عمرؓ نے صرف اتنا کیا تھا کہ عام طور پر لوگ جب اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیتے تو حاکم یا قاضی کے سامنے آ کر کہتے کہ میں نے تو تین طلاق کی نیت نہیں کی تھی، بلکہ آخری الفاظ تاکید کے لیے استعمال کیے تھے۔ اور حیلہ کر کے اپنی بیوی کو اپنے پاس ہی رکھتے تو حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ آئندہ ہم فیصلہ نیت پر نہیں کریں گے، بلکہ ظاہر الفاظ پر کریں گے۔ جس نے مجلس واحد میں تین طلاقیں دیں تو ہم وہ تین ہی شمار کریں گے"۔ (ایضاً ص ۳۰۷)

اب دیکھیے، قاری صاحب پہلے یہ فرما چکے ہیں کہ دورِ نبوی اور دورِ صحابہؓ میں ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی تھیں ۔ یہ کام تو پہلے ہی پورا تھا۔ پھر حضرت عمرؓ نے کیا کارنامہ سرانجام دیا اور کیا قانون نافذ فرمایا تھا؟ قاری صاحب کے ان دونوں بیانوں میں مطابقت کی صورت تو یہی ہوسکتی ہے کہ درمیان میں حاکم یا قاضی کا رابطہ جب قائم ہوا تو وہ لوگوں کی حیلہ بازی پر اعتماد کرتے ہوئے دورِ نبویؐ اور دورِ صحابہؓ کے فیصلہ کے علی الرغم ان کی تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کرنے کی چھوٹ دے دیا کرتے تھے۔ اور جو حضرت عمرؓ نے تین طلاقوں کو تین ہی شمار کرنے کا قانون نافذ کیا تھا تو یہ عوام کی اصلاح کے لیے نہیں، بلکہ ایسے ترس کھانے والے حاکم یا قاضیوں کی تنبیہ کے لیے بنایا گیا جو لوگوں کی نیت پر یا حیلہ بازی پر اعتماد کرکے تین طلاق کو ایک بنا دیا کرتے تھے ۔ جو کچھ بھی تھا، یہ بات بہرحال قاضی صاحب نے تسلیم فرمائی کہ لوگ تو تین طلاق ہی دیا کرتے تھے، مگر حاکم یا قاضی ان کو ایک بنا دیا کرتے تھے۔

اب اگر ہم یہی بات کہیں جو قاری صاحب نے تسلیم فرمائی ہے تو قاری صاحب بُرا مناجاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ نہیں ایسا کب ہوتا تھا، وہ تو دورِ نبویؐ میں بھی اور دورِ صحابہؓ میں بھی ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی شمار کرتے تھے۔ یہ بھی غنیمت ہے کہ آخر میں آپ نے وہی بات کہہ دی، جو ہم کہتے ہیں۔ صبح کا بھولا اگر شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا ہوا نہیں کہتے!

(جاری ہے)

احبابِ جماعت سے مدرسہ میں تعاون کی اپیل

مکرمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! ـــــ ہمارے گاؤں میں قرآن کریم کی تعلیم کا کوئی انتظام نہ تھا۔ بحمداللہ، اب ہم نے مدرسہ تحفیظ القرآن کا اجراء کیا ہے ـــــ تعلیم کے ساتھ ساتھ تعمیر کا کام بھی شروع ہے ـــــ تخمینہ لاگت ایک لاکھ روپے سے زائد ہے، مخیر حضرات سے اپیل ہے کہ تعاون فرما کر اپنا گھر جنت میں بنائیں ـــــ جزاکم اللہ تعالیٰ!

الداعی الی الخیر: حکیم خورشید احمد چک ۹ - ایل/۱۶۵ تحصیل چیچہ وطنی ضلع ساہیوال۔